اس بنیاد پر بدل سکتی ہیں کہ لوگ ان کے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں غلطی حقیقت کی نہیں بلکہ لوگوں کی سمجھ کی ہے اور وہی اصلاح طلب ہے۔

حُروفِ مقطّعات

سوال:۔ تفہیم القرآن، میں آپ نے حروف مقطعات کی بحث میں لکھا ہے کہ دورِ نزولِ قرآن میں الفاظ کے قائم مقام ایسے حروف کا استعمال حُسنِ بیان اور بلاغتِ زبان کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ نیز یہ کہ ان کے معنی و مفہوم بالکل معروف ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ مخالفینِ اسلام کی طرف سے اُس وقت ان کے استعمال پر کبھی اعتراض نہیں ہُوا تھا۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ ان حروف کی تشریح چنداں اہمیت نہیں رکھتی اور نہ ان کے سمجھنے پر ہدایت کا انحصار ہے۔ اس بارے میں میری حسبِ ذیل گزارشات ہیں :۔

اگر ان حروف کے معانی ابتدائی دَور میں ایسے معروف تھے تو یہ کیونکر ممکن ہُوا کہ ان کا استعمال شعر و ادب میں متروک ہو گیا اور دفعتہً ان کے معانی اذہان سے کلیتہً محو ہو گئے۔ اس کا تو یہ مطلب ہُوا کہ اگر آج بلادِ عربیہ میں چند ایسے الفاظ کا استعمال متروک ہو جائے جو قرآن میں بھی آئے ہیں تو کچھ عرصہ کے بعد دنیائے اسلام میں قرآن کے ان الفاظ کا صحیح مفہوم متعین نہیں رہے گا۔ پھر اس سے بھی عجیب تر آپ کا یہ استدلال ہے کہ چونکہ ان حروف کے معانی کے تعین پر ہدایت و نجات کا مدار نہیں اس لیے ان کی تشریح و توضیح کی مطلق ضرورت نہیں۔ اس طرح تو قرآن کے بیشتر حصے کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اُس کا مطلب سمجھنے پر ہدایت کا انحصار نہیں اور اُس حصے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اس نظریے کے تحت تو تجدد پسند حضرات سے کچھ بعید نہیں کہ وہ قرآن کے ایک حصے کو اہمیت دیں اور دوسرے حصے سے صرفِ نظر کریں۔ براہ کرم آپ اپنے موقف کی دوبارہ وضاحت فرمائیں۔

جواب: آپ نے جو اعتراضات کیے ہیں، ان سے پہلے اگر آپ اُن بحثوں کو پڑھ لیتے جو قدیم ترین تفسیروں سے لے کر آج تک کی تفسیروں میں حروفِ مقطعات پر کی گئی ہیں تو آپ کو میری بات سمجھنے میں زیادہ سہولت ہوتی، بلکہ شاید اُن بحثوں کے دیکھنے کے بعد آپ محسوس کرتے کہ اس مسئلے میں سب سے زیادہ اطمینان بخش بات وہی ہو سکتی ہے جو میں نے لکھی ہے۔

کسی زبان میں بعض اسالیبِ بیان کا متروک ہو جانا یا معروف نہ رہنا کوئی ایسا انوکھا واقعہ نہیں ہے کہ آپ کو یہ بات سن کر اِس قدر تعجب ہُوا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن کی بدولت تیرہ سو برس سے عربی زبان کے ادب میں اتنا کم تغیر واقع ہُوا ہے، ورنہ اتنی طویل مدت میں تو زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہو جایا کرتی ہیں۔ حروفِ مقطعات زیادہ تر خطابت اور شعر میں استعمال ہوتے تھے، اور ان کے کوئی ایسے متعین معنی نہ تھے کہ باقاعدہ لغت میں وہ درج کیے جاتے، بلکہ یہ ایک اسلوبِ بیان تھا جس سے کثرتِ استعمال کی بنا پر بولنے والے اور سننے والے یکساں طور پر مانوس تھے۔ اسی لیے جب رفتہ رفتہ زبان میں یہ اسلوب کم استعمال ہوتے ہوتے متروک ہو گیا تو لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ تیسری چوتھی صدی کے مفسرین کو ان کے معنی متعین کرنے کے لیے لمبی چوڑی بحثیں کرنی پڑیں اور پھر بھی کوئی تشفی بخش بات نہ کہہ سکے۔ اسالیبِ بیان کے بتدریج متروک ہونے کی شان یہی ہوتی ہے کہ کوئی خاص تاریخ ان کے متروک ہونے کی بیان نہیں کی جا سکتی۔ بس ایک مدت کے بعد محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ اُن کو سمجھنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ جس زمانے میں یہ اسلوب مستعمل تھا اُس زمانے میں اس کی تشریح کی کسی کو ضرورت نہ پیش آئی اور جب یہ مستعمل نہ رہا تو تشریح کی ضرورت بھی پیش آئی اور تشریحات کی بھی گئیں، مگر جیسا کہ میں اُوپر کہہ چکا ہوں یہ تشریحات اتنی مختلف تھیں کہ ان میں سے کوئی بھی تشفی بخش نہ ہو سکی۔

آپ کا یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے کہ اگر قرآن کے بعض الفاظ متروک الاستعمال ہو جائیں تو کیا ان کا مفہوم بھی متعین نہ رہے گا؟ الفاظ اور اسالیبِ بیان کو خلط ملط نہ کیجیے۔ الفاظ کے سارے مادے لغت میں ضبط کیے جا چکے ہیں اور ان کی جملہ مشتقات، نیز محاورے میں ان کے استعمالات، سب کو اہلِ لغت نے

وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اس لیے اب اگر عربی زبان میں ان کا استعمال عموماً نہ ہو تب بھی کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ مگر اسالیب بیان کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ ان کے معانی کہیں ضبط کیے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ استعمال سے ہی سمجھ میں آتے ہیں، اور استعمال ترک ہونے کے بعد کسی حد تک وہی لوگ اُن کو سمجھ سکتے ہیں جو اُس دَور کے ادب کا کثرت سے مطالعہ کریں جس دَور میں وہ اسالیب مستعمل تھے یہاں تک کہ ان کا ذوق اُن اسالیب سے مانوس ہو جائے۔

میں نے حروفِ مقطعات کے متعلق یہ جو بات کہی ہے کہ ان کا مفہوم نہ سمجھنے سے کوئی بڑی قباحت واقع نہیں ہوتی، اسے آپ خواہ مخواہ کھینچ کر بہت دُور لے گئے ہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ حروف چونکہ خطیبانہ بلاغت کی شان رکھتے ہیں، اور ان میں کوئی خاص حکم یا کوئی خاص تعلیم ارشاد نہیں ہوئی ہے، اس لیے اگر آدمی ان کا مطلب نہ سمجھ سکے تو اُس کا یہ نقصان نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو جاننے سے یا کسی تعلیم کا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ گیا۔ لہٰذا جب ان کے معنی متعین کرنے کے لیے کوئی اصل ہاتھ نہیں آتا، اور کوئی مستند تشریح بھی نہیں ملتی، تو خواہ مخواہ تکلف سے معنی پیدا کرنے اور تیر تکے لڑانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی صحیح مراد خدا پر چھوڑ دیجیے اور کتاب کی اُن آیات پر تدبر شروع کر دیجیے جنہیں سمجھنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں۔

سر کے بالوں کا جواز و عدم جواز

سوال:۔ آپ نے بعض استفسارات کے جواب میں فرمایا ہے کہ انگریزی طرز کے بالوں کو سر پر چھوڑنا آپ پسند نہیں کرتے، کیونکہ یہ غیر مسلم اقوام کی وضع ہے، تاہم آپ شرعاً اسے قابلِ اعتراض بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن بعض علماء اس وضع کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔ آپ اگر ترجمان میں اپنی تحقیق کی وضاحت کر دیں تو دوسرے لوگ بھی مستفید ہو سکیں گے۔

جواب:۔ سر کے بالوں کے متعلق شریعت کا حکم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حدیث میں قزع